© rasailojaraid.com

وہ سرانجام نہیں کر سکتا۔ (تاریخ آداب العرب، مصطفیٰ صادق الرافعی ۱۹۹۰ء، صفحہ ۳۰۶)

خلف الاحمر، جو جاہلی شاعری کی روایت کرنے میں دوسرے درجہ پر ہے اور اس نے جاہلی سرمایہ کی روایت کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے معتوب و متہم اور قابل الزام ٹھہرا۔ طٰہٰ حسین نے دونوں کے بارے میں شدید لہجہ اختیار کیا اور کہا کہ "حماد الراویہ، جو کوفیوں کے یہاں جمع و روایت کرنے میں مشہور تھا اور خلف الاحمر جو بصریوں کے درمیان اس فن میں منفرد تصور کیا جاتا تھا، دونوں ہی غلط آدمی تھے۔ وہ اخلاق، دین اور عزت و وقار سے خالی تھے، دونوں شرابی و کبابی تھے۔ شراب و کباب اور فسق و فجور میں مخمور رہتے اور لہو و لعب و فحش گوئی کی مجلسوں میں شریک ہوتے۔ حماد، خلف الاحمر، ابو عمرو بن العلاء، اصمعی، ابو عمرو شیبانی، ابن اسحاق اور مبرد جاہلی ادب و اشعار کے مورخ اور راوی سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر الزام لگایا، ابن اعرابی نے اصمعی اور ابو عبیدہ پر الزام لگایا، اس طرح کوئی کسی کو ثقہ نہیں سمجھتا۔

فن کتابت کا رواج اسلام آنے کے بعد شروع ہوا، ادبیات و روایت کا سلسلہ زمانۂ جاہلیت میں زبانی تھا۔ اشعار لوگوں کو حفظ رہتے۔ اس طرح زمانۂ جاہلیت میں روایت کا انداز بغیر لکھے ہوئے زبانی رائج رہا۔ اس لئے جو اشعار و قصائد جو ہمارے پاس موجود ہیں، بالکل صحیح اور جاہلی زمانے کے نہیں ہو سکتے۔ شکوک و شبہات تو پیدا ہی ہو جاتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام نے جاہلی شاعری کی جہالت اور بیہودہ باتوں کو دیکھ کر شاعری کو بالکل ممنوع قرار دے دیا۔ خود حضور پر شعر و شاعری کرنے کا الزام لگایا گیا۔ تو سخت انداز میں تنبیہ آئی اور اس امر سے قرآن نے صریح طور پر انکار کر دیا۔ لہٰذا تو امکان ہے کہ لوگ جاہلی اشعار کو بھول گئے ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ر شعر و شاعری سے نفرت پیدا ہونا بھی فطری امر تھا، کیونکہ قرآن نے تو شعراء کو

راہ اعتبار سے مجنون بتایا۔ ان کی کوئی راہ و منزل نہیں، یہ وادی اندھیر میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

دوسری طرف اسلام آنے کے بعد جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، ان کی

دلچسپیوں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا — دعوت دین اور جہاد ان کا عظیم اور غیر معمولی فریضہ ہو گیا۔

• مصادر الشعر الجاهلی وقیمتها التاریخیة، ڈاکٹر ناصر الدین الاسد ص ۳۴۵

ایک اہم دلیل جاہلی سرمایہ ادب کے شک و شبہ میں یہ پیش کی جاتی ہے کہ زمانہ

جاہلیت میں جزیرۃ العرب کے مشرقی و مغربی علاقوں کی زبانوں کے لہجے و انداز مختلف

تھے، قحطان کے لوگوں کا لہجہ کچھ اور رہتا اور عدنانیوں کا لب و لہجہ کچھ اور

تھا، اس کے برعکس جاہلی سرمایۂ ادب کے تمام موجودہ حصے اور باقیات ایک ہی لہجہ میں ہیں۔

لہٰذا یہ بات بعید از قیاس نہیں ہو سکتی کہ جاہلی شعراء کے موجودہ کلام گھڑے ہوتے ہیں۔

یہ وہ دلائل ہیں جو مستشرقین، اسلامی اور مسلمانوں کے ادب و کلچر کے دشمن

اور ان سے مرعوب مشرقی علماء و مورخین پیش کرتے ہیں۔ خاص طور پر مصری ادیب

اور جدید مغربی کلچر سے متاثر ہونے والے ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے کوشش کی ہے، انہوں نے

اپنی مشہور کتاب " فی الشعر الجاہلی " میں مزید جاہلی سرمایہ ادب و فن کو شکوک

و شبہات کے سمندر میں ڈبو دیا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں فی الشعر الجاہلی، ڈاکٹر طٰہٰ حسین مکمل کتاب ۔

اسباب شکوک :-

حماد الراویہ کوفی جس نے معلقات کی روایت و تدوین کا اہم فریضہ انجام دیا

وہ اشعار خود گھڑتا اور بناتا اور ان کو جاہلی نامور شعراء کی جانب منسوب کرتا

ان کے اس حرکت کی لیبریوں اور دوسرے لوگوں کی جانب سے شدید [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی، اور حاکم وقت بھی اس کو بلا بھیجتا۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک کو کسی شعر کے بارے میں شک ہوا تو اس نے حماد کو بصرہ سے بلا بھیجا حماد بارہ روز کے بعد نہایت ڈرا ہوا آیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ کسی شعر کے بارے میں بادشاہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا خوف جاتا رہا، چنانچہ ہشام نے جب اس شعر کے بارے میں حماد سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ شعر عدی بن زید کا ہے۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا، اور انعام و اکرام اور بخشش دے کر عنایت کیے تو

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حماد روایت کے سلسلہ میں سچا اور ثقہ تھا۔ اور جاہلی اشعار و قصائد کی روایت کرنے میں اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔ وہ کوفی ہونے کے باوجود ابو عمرو بصری کی برائی بیان نہیں کرتا، جو بصرہ میں جاہلی سرمایہ ادب کی روایت کرنے میں کافی شہرت یافتہ تھا، اکثر جاہلی اشعار کی روایت کرنے میں حماد الراویہ کے ساتھ ابو عمرو شیبانی اور دوسرے رواۃ شریک تھے لہٰذا تمام لوگوں کو جھوٹا اور غیر ثقہ نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری دلیل جو طٰہٰ حسین نے مستشرقین کے خیال کی تقلید کرتے ہوئے پیش کی ہے کہ جاہلی سرمایہ ادب و فن ہمارے پاس تحریری اور تاریخی صورت میں نہیں پہنچے ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ تمام اشعار صحیح اور جاہلی شعراء کے کلام ہیں۔ اس کا جواب لوگوں نے یہ دیا ہے کہ کیا وہ تمام اشیاء جو جاہلی زمانے سے کی عرب قوم کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں صرف افسانے اور ناول ہیں۔ اس چیز کا اعتراف تو آج تک کسی مورخ اور تاریخ داں نے نہیں کیا اور اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو احادیث نبوی بھی شکوک و شبہات کے بھنور میں پھنس جائیں گی کیونکہ ایک عرصہ تک ان احادیث کی روایت و سماع صرف زبانی ہوتی رہی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعر و شاعری سے اسلام کی دوری کا، اسلام سے مخالفت اور شعراء کو گمراہ کہنے کی وکالت نہیں کرتے کہ اسلام نے اسلامی سماج کو ادب و شعر سے دور رکھنے کی کوشش کی، یا لوگوں کو شعر و شاعری سے بالکل منع کر دیا، بلکہ زمانہ اسلام تو حضورؐ کے زمانے میں حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، حطیئہ، اور نابغہ جعدی جیسے مایہ ناز شعراء موجود تھے۔ حسان بن ثابت سے تو حضورؐ اکثر و بیشتر شعر سنا کرتے تھے، اور کفار کی ہجو کرنے کے لئے ان سے کہتے۔

لب و لہجہ کے اختلاف کی بات و ثبوت بھی کوئی خاص امر نہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام سے قبل عربی زبان مختلف لب و لہجہ میں تقسیم تھی، اور اسلام کے آنے کے بعد اس کا خاتمہ ہوا۔ یہ امر تعجب نہیں کیونکہ یہ بات اکثر زبانوں میں پائی جاتی ہے لیکن جب کوئی زبان ادبی شکل میں آتی ہے تو تمام اختلافی وادیاں ختم ہو جاتی ہیں خصوصاً یمنیوں کے مختلف قبائل میں بول چال کے مختلف لہجے تھے۔ لیکن ان کے تمام ادبی نمونے و قصائد ایک انداز و لہجہ میں ملتے ہیں۔

ڈاکٹر طہٰ حسین نے اپنی کتاب "فی الشعر الجاہلی" میں اپنی رائے کے اظہار میں یہ بات کہی ہے کہ عرب جاہلی قوم اسلام اور سیاست سے کوسوں دور تھی، لیکن وہ اشعار و قصائد جن کی روایت عباسی دور میں ہوئی ان میں اسلام اور سیاست سے متعلق باتیں ہیں۔ اس کا نہایت سادہ اور عام فہم جواب یہ ہے کہ عرب قوم الحاد پسند نہیں تھی، بلکہ مشرک قوم تھی، اور ان میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے، جو عقل سلیم اور فطرت سلیم پر قائم تھے۔ ساتھ ہی [illegible] سے شناسائی بھی رکھتے تھے، زہیر [illegible] کی واضح مثال ہے اور اس کا کلام اس امر پر دال ہے کہ عرب قوم کلی [illegible] سیاست سے کسی حد تک دور تھی اور [illegible] منقسم تھی، وہ الگ الگ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاعر کہا جاتا تھا۔ اس نے جو نقشہ ان کے [illegible] سر چشمہ [illegible] اور [illegible] کے دربار میں [illegible] سے بھی تنقید کیا ہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جاہلی ادبی سرمائے کا سرے سے انکار کرنا اور اس کے ثبوت میں مختلف دلائل پیش کرنا محض ان لوگوں کے شکوک و شبہات پر منحصر ہے جو تعلیم و فکر اور ان مستشرقین کے اقوال سے بے حد متاثر ہوتے ہیں کی کوشش صرف یہ تھی کہ ہر اس چیز کو معیوب و غلط اور غیر ثقہ ثابت کیا جائے جو مسلمانوں کی مجرد تہذیب اور ادب و ثقافت کی عکاسی کرتی ہو، اور جنہوں نے قرآن و حدیث پر کیچڑ اچھالنے سے گریز نہیں کیا۔ الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ اشعار غلط گھڑے ہوئے، اور ان کی روایت غلط ہو سکتی ہے جیسا کہ احادیث نبویہ میں بھی ہوا، لیکن تمام ادبی ورثہ اور سرمایہ ادب جاہلی کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

مراجع و مصادر

۱۔ تاریخ العرب الادبی فی الجاہلیۃ و صدر الاسلام، نکلسن۔ ترجمہ و تحقیق ڈاکٹر صفاء خلوصی۔ بغداد ۱۹۶۹ء

ل۔۱۔ محمد فرید وجدی نے اپنی کتاب "نقد کتاب الشعر الجاہلی" میں نہایت جامع انداز میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے شکوک و شبہات اور جاہلی سرمایۂ ادب کے بارے میں طٰہٰ حسین کے خیالات کا جواب دیا ہے۔ یہ پوری کتاب طٰہٰ حسین کی کتاب "فی الشعر الجاہلی" کے رد میں لکھی گئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے اس کتاب کو ملاحظہ کریں، پوری بات سمجھنے کے لئے طٰہٰ حسین کی کتاب بھی دیکھیں۔ ایک دوسری کتاب "نقض کتاب فی الشعر الجاہلی" ہے [illegible] اس کتاب میں طٰہٰ حسین کی رائے پر سخت تنقید کی گئی ہے یہ کتاب سید محمد الخضر حسین نے لکھی ہے۔

© rasailojaraid.com

٢- تاريخ آداب اللغة العربية — جرجي زيدان — قاهرة

٣- شرح القصائد السبع الطوال الجاهليات — ابو بكر محمد بن القاسم الانباري — قاهرة — سنة ١٩٦٣م

٤- مصادر الشعر الجاهلي وقيمتها التاريخية — دكتور ناصر الدين الاسد — قاهرة — سنة ١٩٥٦م

٥- تاريخ الادب العربي (الجزء الاول) — دكتور شوقي ضيف — قاهرة — سنة ١٩٦٠م

٦- رجال المعلقات العشر — شيخ مصطفى الغلاييني — بيروت — سنة ١٣٤٣ه

٧- تاريخ الادب العربي الجزء الاول — السباعي — قاهرة — ١٩٤٧م

٨- تاريخ الادب العربي — كارل بروكلمان — قاهرة

٩- تاريخ الادب العربي (الجزء الاول) — عمر فروخ — بيروت — ١٩٦٥م

١٠- نقد كتاب الشعر الجاهلي — محمد فريد وجدي — قاهرة — سنة ١٩٢٦م

١١- في الشعر الجاهلي — دكتور طه حسين

١٢- تاريخ الادب العربي — حسن زيات — ط — سنة ١٩٣٠م

١٣- الحياة الادبية في العصر الجاهلي — محمد عبد المنعم خفاجي — ط — سنة ١٩٤٩م

١٤- تاريخ الادب العربية — نالينو كارلو — ط قاهرة — سنة ١٩٥٤م

١٥- تاريخ الادب العربي — حنا الفاخوري — ط لبنان — سنة ١٩٥١م

١٦- تاريخ آداب العرب — مصطفى صادق الرافعي — قاهرة — سنة ١٩٥٣م

١٧- ادب العرب — مارون عبود — بيروت — سنة ١٩٦٠م

١٨- نقض كتاب في الشعر الجاهلي — محمد الخضر حسين — قاهرة — سنة ١٣٤٥م

١٩- في الادب الجاهلي — دكتور طه حسين — دار المعارف بمصر

ختم شد

© rasailojaraid.com

تصوف علم و تحقیق کی روشنی میں

ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی، (لیکچرر) شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

تصوف عربی زبان کا کلمہ ہے۔ (اس کا مادہ "صوف" ہے اور یہ باب تفعّل سے آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں "اونی لباس پہننا"۔ تصوف کی راہ پر چلنے والے صوفی کے نام سے مشہور و معروف ہوتے ہیں کچھ لوگوں کے مطابق ابتدا میں صوفیہ کو ان کی صوف پوشی ہی کی وجہ سے صوفی کہا جاتا تھا۔ عام طور پر صوفی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو صفاتِ باطن کی طرف راغب ہوتے ہیں، اور اپنا تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔ درج ذیل اقتباس میں دیکھئے۔

"جو لوگ کدورتِ بشریت سے پاک و صاف کر دیے گئے، وہ صوفی کہلانے لگے۔ ایک دوسرے بزرگ کی رائے میں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا، اس لئے یہ صوفی کہلائے، ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ اصحابِ صُفّہ کے باقیاتِ صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوتے" [1]

تصوف کا مرکز و محور اور سرچشمہ دراصل قرآن و حدیث ہے۔ جس کا عملی نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے بعد صحابۂ کرام کی زندگی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبارت ہے۔ قرآن و حدیث سے الگ تصوف کا ہرگز کوئی خارجی وجود نہیں۔ صوفیہ کرام کے اصول و ضوابط اور معمولات قرآن و حدیث کی روشنی ہی میں متعین ہوتے۔ تصوف کو اجمالی طور پر کلمۂ طیبہ کی مثال سے بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے دو جزو ہیں۔ اس کے شق اول "لا الہ الا اللہ" سے وحدانیت کے مفہوم کا استخراج ہوتا ہے۔ جبکہ شق ثانی "محمد رسول اللہ" سے رسالت کا اتباع ناگزیر ہے۔ یہی دراصل تصوف کا ہیولیٰ ہے۔ اس کا خلاصہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بندۂ مومن خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خود کو اتباع رسول سے ہر طرح ہمکنار کرے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ قول کتنا پُر مغز ہے۔

"اِجْعَلِ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ اَمَامَکَ وَانْظُرْ فِیْہِمَا بِتَامُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ بِہِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَالْقِیْلِ وَالْہَوَسِ" [۲]

کتاب و سنت کو اپنے سامنے رکھو، تامل و تدبر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو اور انہیں دونوں کو اپنا دستورالعمل بناؤ۔ اور قال و قیل اور ہوا و ہوس سے دھوکا نہ کھاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ بزرگانِ دین اور صوفیۂ کرام نے جو معمولات اپنائے اور جو کے اختیار کرنے کی اپنے معتقدین کو تلقین کی وہ درحقیقت فکری اور عملی طور پر اسی وحدانیت اور رسالت کی تکمیل کا گوہر مراد ہیں۔ جس کا مقصد صرف ذات باری تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ ایک مشہور و معروف محقق کا خیال ہے۔

"صوفی کا مقصود اللہ، مطلوب اللہ، اس کا جینا، مرنا، اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی فکر، اسی کی عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے ، وہ ماسوائے حق سے ہر حال میں بیگانہ ہوتا ہے۔ اللہ ہی ہمارے عبد ہیں وہی ہمارے معبود ہیں، مسجود ہیں، مقصود ہیں، ہمارے رب ہیں مستعان ہیں، ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ان ہی سے تمنا مرادیں اور حاجات میں اعانت چاہتے ہیں، اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ، عبادت و استعانت کے نقطہ نظر سے ہم ماسوا اللہ سے کٹ جاتے ہیں۔ اور فقر و ذلت یا بندگی نسبت اللہ ہی سے جوڑ لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی معبودیت و ربوبیت پر یہ یقین انسان کو تمام صفاتِ رذیلہ سے پاک اور تمام اوصافِ حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے اس کا قلب کفر و شرک و نفاق و بدعت و فسق و فجور سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور ایمان و توحید و صدق و حسنہ سے مزین، تصوف ابتداً اسی تطہیر قلب کا نام ہے۔“ ۳

تصوف کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جن لوگوں نے صحابہ کرام کی صحبت اختیار کی انھیں تابعین کے نام سے یاد کیا گیا، اموی دور کے اواخر میں جن لوگوں کو دینی امور سے زیادہ شغف رہا، انھیں محدثین و فقہاء کے ناموں سے یاد کیا گیا۔ مرور ایام کے ساتھ ساتھ اسلامی سلطنت وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی ، یہانتک کہ عباسی دور کے اوائل میں اس کا واسطہ براہ راست دنیا کی معروف ترین، عقل پرست قوم اہل یونان کے علوم سے ہوا، یونانی فلسفہ جب اسلامی دنیا میں روشناس ہوا تو اس کے عقل کی دنیا میں نیا رجحان برپا کر دیا اور ایک طبقہ کا طرف

© rasailojaraid.com